Faith and Discovery
July – December 2023 Vol:1, Issue:2

مغلیہ عہد عروج میں علمائے سوء اور علمائے حق کا کردار

The Role of Ulema e Su and Ulema e Haq during the Rise of the Mughal Era

Dr. Nadia Alam

Assistant Professor, Department of Islamic Studies,

Green International University, Lahore

ABSTRACT: Ulema were always given a prominent place in the Mughal court of India. They were responsible to fulfill their duties related to Islam and to offer appropriate solutions to the problems that arose in the society. However, many Ulema in the court did not perform their duties properly. If they succeeded in making a place in the court, instead of fulfilling their responsibilities with honesty, they paid more attention to maintaining their positions, getting closer to the king and acting according to his pleasure and satisfaction. They did not properly present the teachings of Islam. Sometimes they twisted and distorted these teachings and sometimes presented them wrongly in such a way that instead of reformation and guidance, they became the cause of misguidance and corruption of kings and masses. But in the same era, we also find right scholars or *Ulema-e-Haq* who not only guided the kings, governors and people in the best way, but also reformed the errors, temptations and corruption created by Ulema-e-Su, without a care for their own lives, properties and families. In this research paper, a brief review of these *Ulema-e-Haq* and *Ulema-e-Su* of the Mughal period has been given in the light of historical facts.

Keywords: Ulema-e-Haq, Ulema-e-Su, Mughal court, corruption of kings, religion in politics, *tasawuf*, revival of *Deen*

سلاطین دہلی کی مانند ہندوستان پر حکومت کرنے والے مغلیہ بادشاہ بھی اہل سنت سے تھے اور وہ بزرگان دین کی بہت عزت اور تکریم کرنے والے تھے۔ انہوں نے اپنے دربار میں علماء کرام کو بے حد قریبی منصب اور بلند مراتب دئے۔ مغل بادشاہ دینی مسائل ان کے مشوروں سے حل کرتے اور ایسے عہدے ان علمائے دین کو تفویض کرتے کہ ان کی حکومت اور ریاست میں مذہب کا کام بخیر وخوبی سر انجام پاتا رہے۔ بابر ہو یا ہمایوں اور پھر ان کے بعد اکبر کا دور تاریخی طور پر ہمیں یہ بات واضح طور پر نظر آتی ہے۔ مگر کئی علماء نے، جن میں سے اکثر کا مطمع نظر درباری عہدے حاصل کرنا تھا، بادشاہوں کی خوشنودی، رضا اور ذاتی اغراض کے لیے اسلامی کی تعلیمات کو درست طور پر پیش نہیں کیا اور بادشاہوں اور لوگوں کو گمراہ کرنے اور فساد پیدا کرنے کے موجب بنے۔ مگر ہمیں اسی دور میں ایسے علمائے حق بھی ملتے ہیں جنہوں نے نہ صرف بادشاہوں، امراء اور عوام کی بہترین راہنمائی فرمائی بلکہ ان علمائے سوء کی پیدا کردہ خرابیوں اور فتنہ وفساد کی بھی بھرپور اصلاح فرمائی اور اس کے لیے انہوں نے اپنی جان ومال اور گھر بار کی بھی کوئی پروا نہیں کی۔ زیر نظر مقالہ میں چند اہم علمائے سوء اور علمائے حق کے بارے میں ایک مختصر تاریخی جائزہ لیا گیا ہے جن کی وجہ سے اس دور میں بہت اتار چڑھاؤ آئے۔

علمائے کرام کی سوء اور حق میں تقسیم

عہدِ وسطیٰ کے مسلمان مفکرین نے علماء کو دو گروہوں یعنی دینی اور دنیاوی میں تقسیم کیا تھا۔ وہ تمام علماء جو علم کو اپنا ذریعہ معاش بنالیتے تھے ان کو علمائے دنیا کے تحت رکھا جاتا اور ان پر یہ الزام عائد کیا جاتا تھا کہ انھوں نے مادی فوائد کے حصول کے لئے اپنے دین کو بیچ دیا۔ (حبیب، ۱۹۷۹ء:۶۵-۶۶) خاص طور پر اس وقت جب وہ ریاستی امور میں قاضی یا صدر وغیرہ کی حیثیت سے فرائض سنبھالتے تھے۔ ان سرکاری مناصب پر پہنچ کر انہیں بادشاہ اور اعلیٰ عہدے داروں کی خواہشات کے مطابق فیصلے دینے پڑتے تھے۔ یوں علماء کو علمائے دین اور علمائے دنیا دو علیحدہ طبقات میں تقسیم کیا جاتا تھا:

۱. **علمائے دین یا علمائے حق:** یہ طبقہ اپنی حریت فکر اور اپنے ضمیر کو زندہ رکھنے کے لئے حکومت وقت سے لاتعلق رہتا تھا۔ مگر جب بھی ضرورت پڑتی تو پوری قوت، جرأت و بے باکی سے اظہار خیال بھی کرتا۔ تاریخ اسلام ایسے بے شمار علمائے کرامؒ کے ذکر بھری پڑی ہے۔

۲. **علمائے دنیا یا علمائے سوء:** یہ طبقہ ان علماء کا تھا جو دنیاوی مراتب اور ذاتی اغراض کے لئے بادشاہوں اور دربار سے منسلک ہوتے تھے۔ پھر ان کی خوشنودی کے حصول کے لئے جائز و ناجائز اور حلال و حرام کا خیال کئے بنا ان کے ہر عمل پر مہر توثیق ثبت کرتے رہتے تھے۔

علمائے سوء کے بارے میں اہم آراء

ہندوستان میں عہدِ سلاطین دہلی میں بھی کئی علماء مثلاً مولانا منہاج السراج، شیخ الاسلام نجم الدین صغریٰ اور حسام درویش وغیرہ علماء وہ تھے جنہوں نے درباری کو اپنی زندگیوں کا مقصد بنا لیا تھا اور حبِ جاہ میں گرفتار ہو کر اپنے دینی اور تربیتی فرائض کو بھلا بیٹھے۔ ایسے ہی علمائے سوء نے کیقباد (م ۱۲۹۰ء) کو نماز اور روزہ چھوڑنے کی شرعی رخصت دے دی تھی۔ (نظامی، ۱۹۹۰ء: ص ۲۲)

امام غزالیؒ (م ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء): فرماتے ہیں کہ سلاطین کی حالت اس وجہ سے بگڑی کہ علماء کی حالت بگڑ گئی اور ان علماء کی خرابی اس وجہ سے ہے کہ جاہ و مال کی محبت نے ان کے دلوں کو چھپا دیا ہے۔ (شبلی، س ن،: ۲۵۹)

مولانا نور ترکؒ نے اسی طرح کے علماء کو ناجی اور مرجی ہونے کے طعنے دئے ہیں۔ (جوزجانی، ۱۸۶۲ء: ۱۸۹)

مولانا ضیاء الدین برنی(م ۱۳۵۷ء) نے ایسے علماء کو "مرتد صفتان کافر" کہا ہے۔ (نظامی، ۱۹۹۰ء: ۲۲)

عبدالقادر بدایونی (م ۱۶۱۵ء) نے ان علمائے دنیا کے لئے اپنی تاریخ میں "علمائے سوء بے دین" کی اصطلاح استعمال کی ہے اور لکھا ہے کہ جب (اکبری دور میں) ان علمائے سوء بے دین کو بادشاہ کی حمایت حاصل ہوئی تو پھر انہوں نے نہ صرف علمائے حق سے بدلے لئے بلکہ اسلام کو جڑوں سے

اکھاڑنے پر بھی مصر ہوئے جس کی تبلیغ میں علمائے اسلام نے صدیوں تک اپنی تمام صلاحیتیں اور زندگیاں صرف کی تھیں۔ اکبری عہد کے فتنوں میں سب سے بڑا فتنہ علمائے سوء کا ہی تھا۔ وہ بادشاہ جو ایک سچا عقیدت مند مسلمان تھا، جو بادشاہ ہو کر بھی مسجد صاف کرتا، اذان دیتا، علماء کے جوتے سیدھے کرتا تھا۔ انہی علمائے سوء کی صحبتِ بد کی بدولت نہ صرف علمائے حق سے متنفر ہوا بلکہ اسلام کی تعلیمات کو ہی اختلافات اور خرافات کا مجموعہ سمجھنے لگا۔ بدایونی کے مطابق اکبر کے دربار میں ایک بھی عالم آخرت (حق) نہیں تھا۔ (مجددی، ۲۰۰۴ء: ۱/ ۴۷)

حضرت مجدد الف ثانیؒ ان درباری علماء کو کو علمائے سوء قرار دیتے تھے۔ آپؒ نے انہی علماء کے لئے ایک لطیفہ بیان کیا کہ ایک بزرگ نے ابلیس کو بیکار بیٹھے دیکھ کر وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ میرا کام اس زمانہ کے علماء کر رہے ہیں۔ آپؒ فرماتے ہیں کہ پچھلے زمانہ میں جو (دین اکبری کا) فساد برپا ہوا تھا وہ انہی علماء کی کمبختی سے ظہور میں آیا تھا (سرہندی، ۱۳۲۸ھ :۱۹۴/ ۸۴)

غیاث الدین بلبن (م ۶۸۶ھ /۱۲۸۷ء): برنی کے مطابق اس سلسلے میں سلطان بلبن نے بھی علمائے سوء کا بہت سخت الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اس نے علماء کی ان دو اقسام کا ذکر کیا ہے۔ ایک علمائے آخرت کہ جو دنیا اور اس کی حرص سے محفوظ ہیں اور دوسرے علمائے دنیا جو دنیا کی چاہت اور اس کی حرص میں مغلوب دربار اور محلات کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ اس کے مطابق سمجھدار بادشاہ وہی ہے جو علمائے دنیا کے کہنے پر عمل نہ کرے بلکہ شریعت کے احکام کا نفاذ علمائے حق کے سپرد کر دے۔ حتیٰ کہ بلبن نے ان علمائے سوء کو پاؤں جلے کتے سے تشبیہ دی ہے۔ (برنی، ۱۸۶۰ء، ا:/ ۱۵۴-۱۵۵)

ہندوستان میں علمأ کے مناصب اوراہم عہدے

مغلیہ دور میں زیادہ تر سلاطین دہلی کے امور دینی سے متعلق محکمے کو ہی قائم رکھا گیا تھا جسے ” محکمہ شرعیہ“ کہا جا سکتا ہے ۔سلطنت اور بادشاہ کی مجلس مشاورت کے تمام علماء کا نمائندہ اور سردار صدرالصدور کہلاتا تھا۔ (قریشی، ۱۹۸۸ء:۳۱۰)

بادشاہ اہم معاملات میں مشورہ کی غرض سے مخصوص علماء کو طلب کرتا۔ انہیں ”صدور“ کہا جاتا تھا۔ صدرالصدور بادشاہ اور رعایا کی درمیانی کڑی، محافظ شریعت اور علماء کا نقیب ہوتا تھا۔ کبھی یہ عہدہ یالفظ شیخ الاسلام کا مترادف بھی سمجھا جاتا تھا۔ صدرالصدور وسیع اختیارات

کا مالک اور عالی مرتبت عہدیدار تھا۔ اس کا مرتبہ و اہمیت تقریباً وکیل سلطنت (انتظامی امور کا اعلیٰ ترین عہدہ)، میر بخشی (محکمہ فوج، سراغ رسانی اور سلطنت کے سرداروں کا سربراہ) اور میر سامان (شاہی سامان اور کارخانوں کا ذمہ دار) کے برابر تھی۔ صدر الصدور کا سب سے اہم فرض یہ تھا کہ مملکت کے وظائف کے لئے اہم و قابل علماء کے ناموں کی سفارش بادشاہ سے کرے تاکہ وہ لوگ علم کے حصول اور اس کے پھیلاؤ میں بے فکری سے اپنی ذمہ داریاں سرانجام دے سکیں۔ علماء سے ہی موذن، محتسب، صدر، خطیب اور امام سب کا تقرر کیا جاتا تھا۔ مختلف فرائض و ذمہ داریوں کے لیے درج ذیل مذہبی مناصب اور عہدے تھے:

١. **شیخ الاسلام:** علم و فضل میں نمایاں عالم کو بادشاہ کا مشیر خصوصی مقرر کیا جاتا۔ جسے "شیخ الاسلام" کہتے تھے۔

٢. **قاضی القضاۃ :** محکمہ انصاف کے سربراہ ہوتے تھے۔ان کے ماتحت محکمہ قضا، خطابت، تقرر آئمہ، احتساب شرعیہ، صوبائی قضاۃ ضلع، شہر اور قصبوں میں قاضیوں اور مفتیوں کا تقرر نیز محکمہ تعلیمات کا تقرر بھی شامل تھا۔

٣. **قاضی ممالک:** قاضی القضاۃ کے زیر مختلف علاقوں میں متعین کیے جاتے تھے۔ ان کے نیچے قاضی ہوتے تھے۔

٤. **صدر کل:** دربار یا شاہی شوریٰ میں تمام سرکاری علماء کی نمائندگی کرتے تھے۔ صدقات و خیرات اور اوقاف کے ذمہ دار تھے۔

٥. **محتسب:** یہ سرکاری طور پر عوامی اخلاق و عادات کے نگران ہوتے تھے۔

٦. **خطیب الخطباء:** کبھی صدر صدور کے ماتحت "خطیب الخطباء" کے عہدے پر ایک بہت خوش بیان خطیب بھی مقرر کیا جاتا تھا۔

مغلیہ عہد میں اہم درباری علماء

مغلیہ دور میں خصوصاً عہد اکبری میں بہت سے علماء نے دربار تک رسائی حاصل کی۔ خصوصاً اس وقت جب اکبر کا ابتدائی دور تھا اور وہ مذہب اور علماء سے خصوصی لگاؤ رکھتا تھا۔ اس نے اپنے دربار میں کئی علماء کو جگہ دی اور انہیں بہت سے اختیارات اور مراعات سے نواز کر طبقہ امرأ میں جگہ دی۔ ان میں سے کئی علماء نے اپنے ان اختیارات کا استعمال ذاتی مفاد کے لئے کیا اور مال وزر کمانے، مخالفین کو تباہ کرنے اور دربار میں زیادہ اثر ورسوخ پانے کے لئے اپنی عقل اور علم کا غلط استعمال کیا۔ اکبری عہد سے پہلے اور بعد میں بھی مغلیہ دربار سے کئی اہم اور مشہور علما وابستہ رہے۔ جن کو مختلف امرأ کے برابر بلکہ کئی ایک کو تو امرأ سے بھی بڑھ کر مراعات اور القاب دیئے گئے۔ ان میں سے درج ذیل عالم امراء نے مغلیہ دربار میں علمائے سوء کی خوب نمائندگی کی اور ہندوستان میں سرکاری اور مذہبی عہدے رکھے اور یہاں اسلام کی تائید کرنے اور اسے مضبوط بنانے کی بجائے الٹا اس کو نقصان پہنچانے کا باعث بنے۔

مخدوم الملک عبداللہ انصاری سلطان پوری

عبداللہ بن شمس الدین سلطان پوری (م۹۹۱ھ /۱۵۸۳ء) جالندھر کے نواحی قصبے سلطان پور کے رہائشی تھے۔ راسخ العقیدہ سنی تھے۔ کئی تالیفات اور تعلیقات کے مصنف تھے۔ جن میں کشف الغمہ، حاشیہ شرح ملا جامی، عصمت الانبیأ، منہاج الوصول، رسالہ تفضیل عقل بر علم کا ذکر ملتا ہے۔ حمیت دینی کے نام سے بہت سختی کرتے تھے۔ اسی سلسلے میں اکثر رافضیوں، ملحدوں اور مخالفین کو قتل کروایا۔ شیخ علائی کا قتل، شیخ عبداللہ نیازی کو بری طرح پٹوانا (شاہنواز،۱۹۶۸ء:۳ /۲۱۶-۲۱۸)
شیخ مبارک ناگوری کو ان کی مخالفت پر عرصہ تک روپوش ہونا وغیرہ اہم واقعات ہیں۔ سوری خاندان میں یہ بابر کے پانچویں بیٹے کے طور پر مشہور تھے۔ شیر شاہ سوری نے برسر اقتدار آکر بڑی قدر سے انہیں "صدر الاسلام" کا خطاب دیا۔ سلیم شاہ کے عہد میں ان کا دبدبہ اور زیادہ بڑھا۔ ہمایوں نے دوبارہ حکومت ملنے پر انہیں " شیخ الاسلام " کا خطاب اور قاضی القضاۃ کا عہدہ دیا۔ اکبر نے " مخدوم الملک" کا خطاب دیا۔ اسی خطاب سے زیادہ مشہور ہوئے۔ اکبر کے ابتدائی دور میں درباری علماء میں

سب سے بااثر شخصیت تھے۔ بیرم خان (م ۱۵۶۱ء) نے انہیں ایک لاکھ روپے سالانہ مال گزاری والا پرگنہ ”تانکوالہ“ دیا۔ جس سے بڑے امرا میں شمار ہوئے۔ (شاہنواز،۱۹۶۸ء : ۳ /۲۱۸) مگر افسوس انھوں نے اپنے اختیار اور اقتدار کو دو کاموں یعنی کسبِ زر اور اختلاف رکھنے اور مخالف علماء کو نقصان پہنچانے کے لئے خوب استعمال کیا۔ (شیخ،۲۰۱۵ء: ۹۴)

صدر الصدور شیخ عبد النبی سے ان کی خاص مخاصمت رہی۔ ان کی باہمی چپقلش سے اکتا کر اور مبارک ناگوری اور اس کے بیٹوں کے اقتدار میں آنے کی وجہ سے بادشاہ نے انہیں زبردستی حج پر بھیج دیا۔ بلا اجازت واپسی پر قید ہوئے اور ان کو احمد آباد کے قید خانے میں انتقال کیا۔ دولت بچانے کے لئے شرعی حیلوں کو استعمال کرتے۔ زکوٰۃ بچانے کے لیے اپنی تمام جائیداد بیوی کے نام منتقل کر دیتے اور سال گزرنے سے پہلے پھر اپنے نام منتقل کروالیتے۔ حج کے بارے میں فتویٰ دیا کہ ہندوستان کے لوگوں پر حج فرض نہیں ہے۔ (بدایونی،۱۳۷۹ھ:۲/۲۰۳) دولت کا یہ عالم تھا کہ بعد وفات تلاشی لینے پر گھر سے تین کروڑ روپے برآمد ہوئے۔ لاہور سے کئی خزینے اور دفینے دریافت ہوئے۔ خاندانی قبرستان کی کچھ قبروں سے مردوں کی بجائے سونے کی اینٹوں بھرے صندوق ملے۔ (شاہنواز،۱۹۶۸ء :۳ /۲۱۸-۲۱۹) ان واقعات سے مرنے کے بعد ان کا تو کیا بگڑنا تھا ہاں طبقہ علماء کی عزت بہت خراب ہوئی۔

صدر الصدور شیخ عبد النبی

شیخ عبد النبی بن شیخ احمد (م ۹۹۲ھ / ۱۵۸۴ء) شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ کے پوتے اور ایک روایت کے مطابق پڑ پوتے ہیں۔ حرمین شریفین سے علم حدیث حاصل کیا اور کئی حج کئے۔ (شیخ، ۲۰۱۵ء: ۹۶) اپنے والد کے جواز سماع پر رسالہ کا رد کیا جس نے دربار اکبری میں جگہ دلادی۔ (فرید آبادی، ۲۰۰۳ء :۱/۴۶۳) اکبری عہد کے دسویں سال میں صدر الصدور مقرر ہوئے پھر سلطنت کے اہم معاملات انہی کی صوابدید پر موقوف رہے۔ اکبر کی ان سے اتنی قربت ہو گئی تھی کہ بادشاہ حدیث سننے ان کے گھر جایا کرتا اور شرعی احکامات کے اجرا میں بہت کوشش کرتا تھا۔ (شاہنواز،۱۹۶۸ء :۲/۵۶۴) مگر جب صدارت ملی تو اخلاق کا یہ عالم ہوا کہ بڑے بڑے علماء اور امراء کو ملاقات کے گھنٹوں گھر سے باہر برآمدوں میں انتظار کراتے۔ کبھی وہاں آکر چوکی پر بیٹھ کر وضو کرتے۔ پانی کے چھینٹے اڑا کر ان منتظر امرا اور علماء کے کپڑوں پر ڈالتے اور پھر سب سے بے نیاز واپس اندر چلے جاتے۔

(بدایونی، ۱۳۷۹ھ:۲/۲۰۵) مساجد کے اماموں کو جاگیریں بھی شیخ عبدالنبی کے دستخط سے ہی ملتی تھیں، جس کی وجہ سے ان پر رشوت خوری کے کئی الزام لگے ۔ابوالکلام آزاد نے" تذکرہ"میں مخدوم الملک اور شیخ عبد النبی کی شخصی خرابیوں کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ حضرت مجدد نے اپنے مکتوبات میں علمائے سوء کی اصطلاح کے متعلق جو لکھا ہے کہ اب یہ خیال عام ہو گیا ہے کہ "علمائے سوء" سے مخدوم الملک اور شیخ عبدالنبی ہی مراد ہیں۔(آزاد،۱۹۶۰ء:۳۶)

شیخ مبارک ناگوری

شیخ مبارک اللہ بن خضر یمانی (۹۱۱ھ-۱۰۰۱ھ /۱۵۰۵ء-۱۵۹۳ء) کے آباء یمن سے تھے۔ ناگور میں پیدا ہوا۔وہیں ابتدائی علم کے حصول کے بعد گجرات میں مروجہ علوم اور طریقت کے کچھ اسباق کی تحصیل کی۔ پھر ۹۵۰ھ /۱۵۴۳ء میں آگرہ آکر مدرسہ تعمیر کیا۔جہاں تقریباً پچاس سال تک درس دیا۔(شاہنواز،۱۹۶۸ء :۲/ ۵۸۸) قرآن کی دس قرآتوں کا عالم تھا۔بدایونی جس نے شیخ مبارک سے کچھ عرصہ علم پڑھا تھا، شیخ مبارک کے علم و فضل کی بہت تعریف کرتا ہے۔ (بدایونی، ۱۳۷۹ھ : ۵۵۸/۳)

شروع میں اپنے بے حد زہد اور تقویٰ کی بنا پر بہت مشہور ہوا۔اس وقت حالت یہ تھی کہ اگر کسی گلی میں موسیقی کی آواز آجاتی تو وہاں سے نہیں گزرتا تھا۔کوئی سونے کی انگوٹھی، ریشمی، سرخ یا زرد لباس یا ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہن کر ملنے آتا تو مجلس سے اٹھا دیتا، یا پائنچے کتروا دیتا اور انگوٹھی اتروا دیتا تھا۔ (فرید آبادی، ۲۰۰۳ء :۱/۴۷۸؛ شیخ،۲۰۱۵ء: ۲۱۵) مگر آزادئ طبع، علم کی فراوانی منفی طبیعت نے اسے تقلید سے آزادی کی طرف مائل کیا۔اب وہ شیعہ، سنی، مسلمان و کافر سب سے ملتا تھا۔اس زمانہ میں مہدوی فرقہ نہایت مطعون خلائق تھا۔مگر شیخ کو ان سے ملنے سے بھی دریغ نہ تھا۔چنانچہ مشہور ہوتا رہا تھا کہ شیخ رافضی، مہدوی، دہریہ ہے۔ ایک زمانے میں خود کو نقشبندی بھی ظاہر کیا۔ (شبلی، ۱۹۹۱ء:۳/۳۲؛ بدایونی،۱۳۷۹ھ :۳/۵۵۹) کثیر الاولاد تھا۔ آگرہ آکر ابتدائی زندگی بہت سختی اور عسرت میں بسر کی۔ پھر اس کے بڑے دو بیٹے فیضی اور ابو الفضل دربار مغلیہ میں جگہ بنانے میں کامیاب ہوئے اور بے حد ترقی کی یہاں تک کہ اکبر کے نورتنوں میں شامل ہوگئے۔اکبر اب درباری علماء سے دل برداشتہ ہو رہا تھا۔دونوں نے اپنے والد شیخ مبارک کو یہ کہہ کر پیش کیا کہ شیخ کسی طرح بھی

علم میں مخدوم الملک اور صدر الصدور سے کم نہیں ہے۔شیخ مبارک نے ہی بادشاہ کے لیے امام عادل و مجتہد ہونے پر محضر نامہ تیار کیا ۔ شیخ مبارک اور اس کے بیٹوں نے علماء سے برگشتہ اکبر کو تقلید کے خلاف اس طرح ابھارا کہ اسے تقلیدی بندشوں سے آزاد کر دیا۔اسی بنا پر اکبر نے احکامِ شریعت کو تقلیدیات کا نام دے کر عقل کو دین کا مدار ٹھہرا دیا۔(اسلم،۱۹۷۰: ۶۲) اس کا تیار کردہ محضر نامے کا ایک ورق نتائج کے لحاظ سے پچاس کتب پر بھاری رہا جس نے دین اکبری کے نفاذ کی راہ ہموار کر دی۔ (فرید آبادی، ۲۰۰۳ء :۱/۴۷۵) اسی محضر نامہ کی بنا پر اکبر نے اپنے دربار میں علماء کے بچے کھچے اختیارات سلب کر لیے اور دربار اکبری میں حق بات کرنے والا کوئی نہ بچا۔

ابو الفیض فیضی فیاضی

شیخ مبارک ناگوری کا سب سے بڑا بیٹا تھا۔۹۵۴ھ /۱۵۴۷ء کو آگرہ میں پیدا ہوا۔ ذہین و فطین تھا۔ حکمت اور عربی ادب میں خصوصی دسترس تھی۔بیس اکیس سال کی عمر میں دربار اکبری میں جگہ پائی۔ مختلف عہدوں پر فائز ہونے کے بعد نورتنوں میں شامل ہوا۔کئی شہزادوں کا اتالیق رہا۔ مختلف علوم و فنون خصوصاً شاعری، معما گوئی، عروض و قافیہ، تاریخ، لغت، طب اور انشاٗ میں بے مثل تھا۔ مگر ساتھ ہی بہت جدت پسند، ہزل گو، متکبر اور مغرور تھا۔ (بدایونی،۱۳۷۹ھ :۳/ ۲۵۰) پہلے اپنا مشہور تخلص فیضیؔ رکھا۔ مگر جب ابو الفضل کو” علامہ “ کا خطاب ملا تو آخری زمانے میں اسی وزن پر اپنا تخلص فیاضیؔ رکھ لیا۔۹۹۶ھ میں ملک الشعراؔ کا خطاب ملا۔خود اپنے علم ودانش پر بے حد ناز کرتا تھا۔ (فرید آبادی، ۲۰۰۳ء:۱/ ۴۸۴) بادشاہ کا قرب حاصل کر کے اسے دوسرے علما اور دین سے دور کرنے میں اپنے والد اور بھائی کی خوب مدد کی۔ اپنی ذہانت، علم اور دانش کا منفی طور پر فائدہ اٹھایا اور مغلیہ دربار میں علما کی آواز کو بالکل ختم کروانے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ فیضی کی انشاٗ پردازی اور شاعری کے بارے میں بہت تعریف کی گئی ہے۔نہایت شاندار کتب خانے کا مالک تھا۔۴۶۰۰ گراں بہا کتب جمع کی تھیں۔(شبلی،۱۹۹۱ء:۳/ ۴۰) ایک علمی کارنامہ عربی زبان میں قرآن مجید کی بے نقط تفسیر (سواطع الالہام) ہے۔ (شبلی،۱۹۹۱ء : ۳/ ۴۰؛ فرید آبادی، ۲۰۰۳ء:۱/ ۴۸۴) مکتوبات کا مرتب مجموعہ ”لطیفۂ فیضی“ تھا۔ (شبلی، ۱۹۹۱ء: ۳/ ۵۴)اڑتالیس سال عمر پا کر ۱۰۰۴ھ /۱۵۹۵ء کو لاہور میں وفات ہوئی۔

علامہ ابوالفضل

ابوالفضل ۹۵۸ھ / ۱۵۵۱ء کو آگرہ میں پیدا ہوا۔ بچپن میں ہی اس قدر ذہین تھا کہ اس کی ذہانت پر لوگ حیران و ششدر رہ جاتے تھے۔ علم و فضل کے ساتھ بہت شجیع بھی تھا۔ فیضی کی سفارش سے دربار میں رسائی پائی اور پھر اکبر کے اتنے قریب ہو گیا کہ سب امرا کو پیچھے چھوڑ دیا۔ سب سے بڑے اکبری منصب پنج ہزاری تک پہنچا اور اکبر کا ایسا اعتماد اور رسوخ حاصل کیا کہ وہ اس کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ شہزادے تک حسد کرنے لگے۔ (شاہنواز، ۱۹۶۸ء:۲/۶۱۳) مذہبی عہدہ صدر الصدور بھی حاصل کیا۔ اب وزیر خاص کی حیثیت سے جملہ احکام شاہی اسی کی قلم سے بر آمد ہوتے تھے۔ باپ اور دونوں بیٹوں کے زیر اثر اکبر اسلام سے برگشتہ ہوتا گیا۔ نقطوی تحریک کے زیر اثر ان تینوں نے اسے باور کروایا کہ نئے ہزاریے میں اس سے بہتر مجتہد اور بااثر اور کوئی شخصیت نہیں جو مسلمانوں تک بدلتے زمانے کے مطابق نئی تعلیمات پہنچائے اور ان تعلیمات کو نافذ کروا سکے۔ شاہی محکمے، کارخانے، فوجی اور دیوانی نئی تنظیم اور مناسب وغیرہ کی مفصل تقسیم اور درجہ بندی بھی ابولفضل کے قلم سے ہوئی تھی۔ اس نے اپنی طباع ذہن سے چھوٹے بڑے عہدوں کے نام تبدیل کر دیئے۔ (فرید آبادی، ۲۰۰۳ء:۱/۴۸۸) اپنی بے حد آزاد خیالی کی وجہ سے ابوالفضل علماء میں دہریہ سمجھا جاتا تھا۔ کئی لوگ اسے برہمنی طریقے کا حامل، ملحد و زندیق اور نقطوی جبکہ کچھ انصاف پسند اسے صلح کل، وسیع المشرب، ہمہ اوست کا قائل، شریعت سے آزاد اور طریقہ اباحت کا پابند سمجھتے تھے۔ (شاہنواز، ۱۹۶۸ء:۲/۶۲۰) کمال کا واقعہ نویس تھا۔ اکبر نامہ اور آئین اکبری کی بدولت اکبر کا سب سے اہم مؤرخ مانا جاتا ہے۔ (شاہنواز، ۱۹۶۸ء:۲/۶۲۳-۶۲۴) ۵۳ سال عمر پائی۔ ۱۰۱۰ھ میں دکن سے واپسی پر جہانگیر کے حکم سے مارا گیا۔ اکبر کو علم ہوا تو کئی دن ماتم کیا۔ بار بار کہتا کہ اگر جہانگیر کو بادشاہی لینی تھی تو مجھے قتل کیا ہوتا ابوالفضل کو کیوں ناحق مارا۔ (فرید آبادی، ۲۰۰۳ء:۱/۴۸۹-۴۹۰)

مغلیہ دور کے دیگر علمائے سوء کے اعمال پر ایک نظر

مغلیہ عہد میں سب سے زیادہ جو طبقہ ظلمت و گمراہی کا شکار ہو چکا تھا وہ علماء سوء کا تھا۔ اس بارے میں خود حضرت امام ربانی لکھتے ہیں:

" اس زمانے کے زیادہ تر عالم بدعت کو رواج دینے والے اور سنت مبارکہ کو مٹانے والے ہیں"
(سرہندی، ۱۳۳۱ھ:۵۴/۸)

درج بالا علمائے سوء کے علاوہ بھی سرکاری عہدوں پر فائز علماء نے اپنے ادوار میں دین کے خلاف کام کئے مثلاً سلطان خواجہ کو اکبر نے امیر حج مقرر کر کے مکہ مکرمہ روانہ کیا تھا۔ یہ اپنے آخری ایام زندگی میں بادشاہ کے مریدوں میں شامل ہو گیا اور جب فوت ہوا تو اس کی تدفین بھی اکبری شریعت کے مطابق عمل میں آئی۔ اس کی قبر میں سورج کے سامنے ایک روشندان بنایا گیا تاکہ اس کی روشنی اسے گناہوں سے پاک کرتی رہے۔ اس کی کرنیں ہر صبح اس کے منہ پر پڑیں۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ اس کے منہ میں ایک انگارہ بھی رکھا گیا تھا۔ (بدایونی،۱۳۷۹ھ : ۳۴۱/۲) ملا شیری لاہوری جو اکبری عہد کا ایک ممتاز عالم تھا سنسکرت کی کتب کا فارسی میں ترجمہ کرنے پر مامور تھا۔ بہت اچھا شاعر تھا۔ اسے معلوم ہوا کہ بادشاہ سورج کی طرف چہرہ کر کے سنسکرت میں سورج کے ایک ہزار ایک نام جپتا ہے تو اس نے وہ سارے نام منظوم کر کے خدمت میں پیش کئے اور بادشاہ کی خوش نودی حاصل کی۔ (بدایونی، ۱۳۷۹ھ: ۲/ ۳۳۶) حاجی ابراہیم سمرقندی، عبادت خانہ میں دوسرے علماء کی پگڑیاں اچھالتا رہتا تھا۔ یہ رشوت خور تھا اور خواتین پر اس کی بہت نظر رہتی تھی۔ اپنے پاس بہت سی عورتیں جمع کر لی تھیں۔ (بدایونی،۱۳۷۹ھ: ۳۱۲/۲) انہی علما نے اکبر کو یہ باور کروادیا تھا کہ اگر ماہر طبیب کے کہنے پر جسمانی صحت کی غرض شراب پی جائے فتنہ و فساد کے بڑھانے کے لئے نہیں تو یہ جائز ہے۔ اس پر اکبر نے شراب پینے والوں کی سہولت کے لئے دربار عام کے پاس مقررہ نرخ پر شراب کی دوکان کھلوا دی۔ (بدایونی،۱۳۷۹ھ : ۳۰۱/۲) جہاں ہر کسی کو ہر وقت کھلی شراب دستیاب تھی۔ اس دکان کے کھلتے ہی علمائے سوء کے جوہر کھل گئے۔ نوروز کی محافل میں اکثر علمأ، صلحأ، بلکہ قاضی اور مفتی تک شراب نوشی کرتے اور اکبر ان کو پیتے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہتا۔ (بدایونی،۱۳۷۹ھ : ۳۰۹/۲) حتیٰ کہ اسی عہد کے ایک عالم خواجہ اسمٰعیل نبیرہ شیخ الاسلام کا انتقال کثرت شراب نوشی کے سبب ہوا۔ (بدایونی، ۱۳۷۹ھ: ۳۴۷/۲) ایک بزرگ قاضی عبدالسمیع بقول بدایونی گز بھر لمبی داڑھی رکھتے تھے۔ اکبر نے انہیں قاضی القضاۃ بنا دیا تھا۔ یہ شرط باندھ کر شطرنج کھیلتے اور حافظ کے اشعار پڑھتے ہوئے جام پر جام چڑھاتے۔ رشوت کو فرض عین سمجھتے اور سود کے بغیر کسی کو قرض نہیں دیتے تھے۔ (بدایونی،۱۳۷۹ھ : ۳۱۴/۲) کچھ درباری علماء نے اپنے عہد کے فرمانرواؤں کو ظل اللہ فی

العالمین، ظل یزدانی، ظل اللہ فی الارض، سایہ یزداں پاک اور دین پناہ کے القاب دیئے اور یہ القاب ایسے حکمرانوں کے لئے بھی استعمال ہوئے جن کی نجی زندگی بہت خراب ہوتی۔ ان کی اطاعت کو بھی مذہبی فریضہ قرار دے کر ان کے مخالفین کو باغی اور عاصی ٹھہرادیا جاتا۔ انہی علمائے دنیا کی وجہ سے سلاطین دہلی کے زمانہ میں تخت کے سامنے زمین بوسی جائز قرار پائی۔ اکبر کو قبلہ حاجات اور قبلہ مرادات بنا دیا اور اس کے سامنے سجدہ تعظیمی لازمی قرار پایا۔ صدرِ جہاں پہانی اور مفتی مولانا میر عبدالحیؒ شراب نوش ہو گئے تھے۔ یوں ان علمائے سوء نے نہ صرف علمائے کرام کی عزت وشان کو بٹہ لگایا بلکہ حکمرانوں اور عوام کی راہنمائی کی بجائے ان کو گمراہ کرنے کا اولین سبب بن گئے۔

اہم علمائے حق

قطع نظر اس کے کہ ان کا تعلق براہ راست مغلیہ دربار سے تھا یا نہیں۔ مغلیہ عہد میں بہت سے علمائے کرام نے اس دور کی ہونے والی اسلام مخالف کوششوں کو بھانپا اور ان کی روک تھام، تدارک اور اصلاح کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔ کچھ علمائے کرام کا تعلق اگر کسی طرح شاہی دربار یا خاندان سے تھا بھی تو انہوں نے اس سے اپنا کوئی ذاتی مفاد نہیں چاہا اور صرف اپنا علمی اور اصلاحی کردار ادا کیا۔ ان نمایاں اور اہم علمائے حق میں خواجہ باقی باللہ، شیخ ربانی شیخ احمد سرہندی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ طاہر پٹنی، علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، خواجہ سیف الدین سرہندیؒ وغیرہ علمائے کرام اور بزرگانِ دین شامل ہیں۔

خواجہ محمد باقی باللہؒ

حضرت خواجہ ابو المؤید رضی الدین محمد باقیؒ (۹۷۱ھ/۱۵۶۳ء-۱۰۱۲ھ/ ۱۶۰۳ء) عہدِ اکبری(۹۶۳ھ/۱۵۵۶ء-۱۰۱۴ھ/۱۶۰۵ء) میں ہندوستان تشریف لائے اور یہاں طریقہ نقشبندیہ کو رواج دیا۔ انہوں نے اپنی سادگی، خلوص اور پیہم کوشش سے ایک اصلاحی روحانی انقلاب کی بنیاد رکھی اور یہاں کی تاریخ میں ہمہ جہتی اثرات مرتب فرمائے۔ آپؒ خواجہ محمد مقتدی امکنگیؒ (۹۱۸ھ/۱۰۰۸ھ-۱۵۱۲ء/۱۶۰۰ء)سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے اور انہی کے حکم پر ہندوستان آکر سلسلہ نقشبندیہ کی اشاعت فرمائی ۔ (خان، س۔ن:۲۰) آپؒ نے ہندوستان تشریف

آوری کے پانچ چھ سال کے اندر ہی روحانی حلقوں میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ علماء، مشائخ اور عوام کے علاوہ اہم امرائے سلطنت بھی ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے لگے۔ ان میں بخشی الملک شیخ فرید، سپہ سالار دکن امیر الامراء مرزا عبدالرحیم خان خاناں، حاکم پنجاب مرزا قلیج خان اندجانی، صدر الصدور صدر جہاں پہانی، اکبر کے دودھ شریک خان اعظم مرزا عزیز کوکہ اور ابوالفضل کے بہنوئی خواجہ حسام الدین جیسے مرکزی امراء شامل تھے۔

آپؒ نے خاص حکمت عملی سے امراء کے طبقے کی اصلاح کی طرف توجہ فرمائی ۔اس دور کے غیر اسلامی منفی اثرات کو زائل کرنے کے راسخ العقیدہ امراء، علماء اور صوفیاء کرام کی ایک جماعت تیار کی اور دربار اکبری کے مذہبی رجحانات کے خلاف ایک مستحکم محاذ قائم کیا۔ ان کاوشوں کا براہ راست فائدہ شیخ احمد سرہندی حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تحریک احیائے اسلام کو پہنچا۔ جس کا واضح نتیجہ عہد جہانگیری میں سامنے آیا۔ خواجہؒ نے تقریباً چالیس سال عمر پائی اور صرف دو شیر خوار صاحبزادے خواجہ عبید اللہ اور خواجہ عبداللہ چھوڑے۔ آپؒ کی تصنیفات میں فارسی نثر میں چند رسائل، ملفوظات، مکتوبات، کچھ مثنویاں، رباعیاں اور قطعے ملتے ہیں۔ باقی تخلص تھا۔ یہ سب کلام ''کلیات باقی باللہ'' میں جمع ہے۔

امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ

ابو البرکات بدر الدین امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ / ۱۵۶۴ء-۱۶۲۴ء) اس عہد کی بدعات اور اسلام کے مخالف کوششوں کے خلاف ابھرنے والی سب سے بلند، مضبوط اور کامیاب شخصیت تھے۔ سترہ سال میں آپؒ علم ظاہری کی تحصیل سے فارغ ہو کر درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے خواجہ باقی باللہؒ سے ملوایا تو آپؒ کی علو ہمت نے چند دنوں میں خواجہؒ سے طریقہ نقشبندیہ کے اسرار و رموز اور فیضان کو حاصل کیا خلافت پائی اور خواجہؒ کے رخصت فرمانے پر سرہند واپس آ کر اس فیض کو آگے بانٹنے لگے۔ (کشمی، ۱۳۰۷ھ:۱۴۰) ساتھ ہی آپؒ نے بے حد اہم کام سرانجام دئے مثلاً ترویج شرع ، شریعت و طریقت کی تطبیق، طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت، اسلامی فلسفے کا ارتقاء، بدعت کی مخالفت وغیرہ۔ آپؒ کا اہم ترین کام اسلام کا عام احیأ تھا۔

اکبر کے ''صلح کل'' طریقے نے اسلام کو اس سرکاری حمایت و دین پناہی سے محروم کرر کھا تھا جو اسلامی حکومت کی ابتدا ً سے اسے حاصل تھی۔ اسلامی اقدار کی اہمیت ختم کر کے ہنداونہ رسم ورواج کو بڑھاوا دیا جارہا تھا۔ دربار میں ہندوؤں کا زور بڑھتا جارہا تھا جس نے مسلمانوں میں طرح طرح کی مشکلات پیدا کر دی تھیں۔

آپؒ نے شعائرِ اسلام کے احترام پر زور دیا، امر اً و اراکینِ سلطنت کو اس کی تلقین کی اور اسلامی نقطہ نظر کے احترام کی ذاتی مثال قائم کی۔ جہانگیر کے سامنے سجدہ نہ کر کے قید برداشت کی اور اپنی ہمت اور جرأت سے خلافِ شرع احکام کی عملی مخالفت کی۔ آپ کے خیال میں بادشاہ کی تائید وحمایت کے بغیر ترویج شریعت کا کام ممکن نہیں تھا۔ اس لیے آپؒ نے یہ کوشش کی کہ مکتوب لکھ لکھ کر بادشاہ کے قریبی ارکانِ سلطنت کو اسلام کی حقیقی روح سے روشناس کروایا اور ان پر زور دیا کہ وہ بادشاہ کو ایسے دینی مسائل سے آگاہ کریں جس پر عقائدِ اسلامیہ کی بنیاد ہے۔ آپؒ نے یہ کوشش کی کہ دین دار طبقے کو بادشاہ کا قرب حاصل ہو تا کہ علمائے سوء اور ہندو بادشاہ کے مزاج میں رسوخ حاصل کرنے میں پہل نہ کر جائیں اور پہلے کی طرح جہانگیری عہد میں بھی ملتِ اسلامیہ کو ویسے ہی حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ آپؒ خود ملکی سیاست میں حصہ لے کر کوئی حکومتی عہدہ حاصل کرتے اور پھر کام کرتے مگر آپؒ نے بظاہر اپنے آپؒ کو دربار سے بالکل الگ تھلگ رکھا اور مکتوبات کے ذریعے امرائ کی اسلامی نہج پر ذہن سازی کی۔ اس سب سے آپؒ کا ایک ہی اہم مقصد تھا کہ اسلام کو جو نقصان اکبری عہد میں ہوا اس کی ہر ممکن تلافی ہو سکے اور آئندہ کبھی ایسی صورت حال پیدا نہ ہو۔ آپؒ نے دین حق کی حفاظت اور پاسداری میں ایک مثال قائم فرمائی۔ بلاشک وشبہ آج دین اسلام جو ہم تک پہنچا ہے اس میں امام ربانیؒ کی ان کوششوں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

حضرت شیخ ابوالمجد عبدالحق بن سیف الدین محدث دہلویؒ بخاری(۹۵۸ھ۔۱۰۵۲ھ /۱۵۵۱ء-۱۶۴۲ء) کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ خصوصاً ہندوستان میں علم حدیث کی ترویج و اشاعت

میں آپؒ کا کردار ناقابلِ فراموش ہے۔ (لاہوری، س ن:۱/۲۷) ہندوستان کے حالات سے دل برداشتہ ہو کر ۹۹۶ھ میں اڑتیس سال کی عمر میں حجاز مقدس تشریف لے گئے تھے ۔ وہاں جید علماء سے علمِ حدیث کی تکمیل اور شیخ عبدالوہاب متقی شاذلیؒ(م ۹۰۲ھ-۱۰۰۱ھ) سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ ۱۰۰۰ھ میں شیخؒ کے حکم پر ہندوستان واپس آئے اور باقی تمام عمر یہاں تصنیف و تالیف ،درس و تدریس اور رفع زندقہ والحاد میں بسر کی۔

ہندوستان میں اس وقت اکبر کے غیر متعین مذہبی افکار نے دین الٰہی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ مذہبی ماحول خراب تھا۔ شریعت و سنت سے بے اعتنائی عام تھی۔ خصوصاً شاہی دربار میں اسلامی شعائر کی کھلم کھلا تضحیک ہو رہی تھی۔ حجاز مقدس سے واپسی پر شیخ محدثؒ نے دہلی میں مدرسہ بنا کر مسند درس و ارشاد بچھائی۔ شمالی ہندوستان میں اس عہد کا یہ پہلا مدرسہ تھا جہاں سے شریعت و سنت کی زور دار آواز بلند ہوئی۔ مدرسہ کے نصاب تعلیم میں قرآن مجید اور حدیث شریف کو تمام علوم دینی کا مرکزی نقطہ قرار دیا گیا تھا۔ آپؒ نے اپنی طویل اور بابرکت زندگی میں آٹھ مختلف بادشاہوں کا زمانہ دیکھا اور بدلتے ہوئے حالات کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ اس لیے دینی اور سیاسی حالات و واقعات کا جائزہ لے کر آپؒ نے اپنے مدرسے کے نصاب میں قرآن و حدیث کو اول و مقدم قرار دیا۔ علمِ حدیث کو ہندوستان میں رواج دیا اور شریعت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ آپؒ کے نزدیک وہ علم علم کہلانے کے قابل ہی نہیں جو تقویتِ دین وملت کا باعث نہ ہو۔ جہانگیر آپ سے بے حد متاثر تھا۔ آپؒ نے اپنی مشہور تالیف "اخبارالاخیار" جہانگیر کے نام معنوَن بھی کی مگر ذاتی طور پر دربار سے براہ راست تعلق رکھنا پسند نہیں فرمایا۔

آپؒ نے مسلسل ستاون (۵۷) سال تک حدیثی خدمات، تدریس اور تالیف کے کام کو جاری رکھا۔ ان سب کا مقصد اعلائے کلمۃ الحق، احیائے دین، ترویج سنت اور اپنے دور کی گمراہیوں اور خرابیوں کی اصلاح تھا۔ آپؒ نے سیرت النبی ﷺ کی اشاعت کی تاکہ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی مبارک زندگی کے بارے میں معلوم ہو اور وہ اس کے بارے میں جان کر اپنے نبی ﷺ کی طرف رغبت و شوق کریں اور یہ ان کے لیے نبی کریم ﷺ کی محبت کا باعث

بنے۔ آپؒ نے دین کی تعلیماتِ صحیحہ کو واضح کر کے لوگوں کے عقائد اعمال کی اصلاح فرمائی۔ دین کی غلط تعبیر اور بے جا تاویل و تحریف کی مخالفت کر کے باطل افکار و خیالات اور بدعات و منکرات کا فروغ روک دیا۔ یوں اکبری الحاد کی روک تھام میں ہر نہج میں بے حد موئثر کوششیں کیں۔ اس سلسلے میں باقی کوششوں کے ساتھ آپ کے مکاتیب نے بھی کلیدی کردار ادا کیا۔

شیخ طاہر پٹنیؒ

ملک المحدثین شیخ العالم الکبیر حافظ علامہ مجد الدین محمد بن طاہر بن علی حنفی پٹنی گجراتیؒ (۹۱۴ھ-۹۸۶ھ /ن۷ ۱۵۰۷ء- ۱۵۷۸ء) آپؒ نہروالہ، پٹن، گجرات میں پیدا ہوئے۔ (اصلاحی، ۲۰۱۴ء: ۲/ ۳۷۸) قابل اساتذہ سے حصول علم کے بعد تدریس شروع کی۔ پھر تقریباً تیس سال کی عمر میں ۹۴۴ھ میں حرمین شریفین کا قصد فرمایا اور وہاں مدت تک قیام کیا۔ وہیں شیخ علی متقیؒ سے بیعت و صحبت کا شرف حاصل کیا ۔(دہلوی، ۱۴۱۹ھ: ۸۷) اور نامور علمائے کرام، محدثین و فقہا سے استفادہ کیا اور حدیث کی سند حاصل کی۔ (ہندی، ۱۳۴۳ھ:۳۱۱) فن حدیث، لغت اور عربی زبان میں اتنا کمال حاصل کیا کہ عربوں میں " رئیس المحدثین، ملک المحدثین اور لغوی" کے القابات سے پکارے گئے۔ دنیا بھر میں متداول حدیث کے مشکل الفاظ اور لغات کی ایک جامع لغت "مجمع بحار الانوار" مرتب کی۔ پٹن (گجرات) واپسی پر آپؒ نے وہاں مدرسہ قائم کیا جہاں دیگر اسلامی علوم میں حدیث شریف کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ یہ مدرسہ اتنی ٹھوس بنیادوں پر قائم کیا کہ آپؒ کے بعد بھی یہ کئی دہائیوں تک آپ کے بیٹے اور پوتے کے زیر اہتمام جاری رہا۔(ندوی، ۱۹۶۲ء:۱۹۹)

شیخ طاہرؒ کو علم و تدریس سے اتنا لگاؤ تھا کہ وراثت میں ملی کثیر دولت بھی ساری کی ساری مستحق طلباء میں تقسیم کر دی تھی۔ ہمہ تن تدریس و تالیف میں مصروف تھے مگر جب دیکھا کہ ہر جانب بدعتیں پھیل رہی ہیں کہ آپؒ کی بوہرہ قوم میں غلط رسوم اور خلاف سنت امور بڑھ رہے ہیں اور ان میں مہدویت کا اثر بڑھتا جا رہا ہے تو ان کے خلاف جد وجہد شروع کر دی اور وعظ و تقریر اور تحریر کے ذریعے قوم کی اصلاح پر کمر بستہ ہوئے۔ مختلف حکام سے ملے۔ انہیں ان امور

کی طرف متوجہ کیااور اس مقصد کے لیے باقاعدہ ”تحفۃ الولاۃ ونصیحۃ الرعیۃ والرعاۃ“ جیسی کتاب لکھی۔ مگر جب دیکھا کہ ان کی ہمہ جہت کوششوں کا فائدہ نہیں ہو رہاتو سر سے دستار اتار پھینکی اور قسم کھائی کہ جب تک ان غلط عقائد، امور ورسوم کو ختم نہیں کرلیتادستار نہیں لوں گا۔ انہی دنوں اکبر پٹن آیاتو آپؒ سے ملا اپنے ہاتھوں سے دوبارہ دستار آپؒ کے سر پر باندھی۔ آپؒ کو شیخ الاسلام کے عہدے پر فائز کیااور کہاکہ آپؒ اپنا دینی و علمی کام جاری رکھیں آئندہ سے شرعی معاملات آپؒ کے مشورے سے ہی ہوں گے۔

اکبراور اس کے گورنر کی سختی سے اس وقت مہدیوں کازور ٹوٹ گیا۔ مگر کچھ عرصہ بعد انہوں نے پھر سر اٹھایااور فساد کرنے لگے۔ آپؒ نے مہدیّت کی سرکوبی، ازالہ بدعات اور اکبر کی گمراہی اور دین سے دوری کوسن کراس کی اصلاح کی نیت سے آگرہ کے لیے سفر کاارادہ فرمایا۔حالانکہ آپؒ کوبتایاگیاتھا کہ دشمن آپؒ کی جان کے درپے ہورہے ہیں۔ مگر آپؒ نے اپنی بالکل پروانہیں فرمائی اور سفر کے لیے نکل پڑے۔ آپؒ کو معلوم ہواتھا کہ اس خرابی اور بگاڑ میں شیخ مبارک اور اس کے بیٹوں کاہاتھ ہے۔ کہاجاتا ہے کہ ان مفسدوں کو جب آپؒ کے تشریف لانے کا علم ہواتو آپؒ کو شہید کروانے کے لیے لوگ (بقول مؤرخین مہدیوں کو)مقرر کر دیئے۔ جنھوں نے آپؒ کو اُجّین کے قریب شہید کر دیا۔ (ندوی، ۱۹۶۲ :۲۲۳) یوں آپؒ نے اصلاح کرنے اور فساد ختم کرنے کی کوششوں میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا۔

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹیؒ

علامۂ زماں مولاناعبدالحکیم سیالکوٹی بن شمس الدین(۹۶۸ھ-۱۰۶۷ھ) علم معقولات میں یگانہ روز گار اور جامع علوم تھے۔ شیخ احمد سرہندیؒ اور شاہجہان کے وزیرعلامہ سعد اللہ خان کے ہم مکتب تھے۔تینوں نے مولاناکمال الدین کشمیری(م۱۰۱۷ھ) سے علم حاصل کیا تھا۔ (فوق، ۱۹۲۴ء:۱۲) آپؒ نے منطق، فقہ، حدیث اور تفسیر میں وہ نام کمایا کہ ہندوستان کے علاوہ مصر، قسطنطنیہ، حجاز، بخارااور مراکش تک مشہور ہوئے۔ (فوق، ۱۹۲۴ء:۱۳) آپؒ کے بارے میں شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ ”سوانحات علامہ عبدالحکیم سیاکوٹی“ کی تقریظ میں لکھتے ہیں:

''ان کی عالمگیر شہرت آخر شاہجہان تک پہنچی جس نے قدر افزائی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ دربار دہلی میں بادشاہ کے اشارہ سے بڑے بڑے معرکہ آراء مذہبی و فلسفیانہ مباحث ہوا کرتے تھے جن میں سیالکوٹیؒ فلسفی کی نکتہ آفرینیاں اور موشگافیاں وسط ایشیاء اور ایران کے حکماء کو محوِ حیرت کیا کرتی تھیں'' (فوق، ۱۹۲۴ء: تقریظ)

مغلیہ دربار میں آپؒ کی بے حد عزت و توقیر تھی۔ سالوں لاہور کے اکبری مدرسہ میں درس دیتے رہے ۔ سینکڑوں طلباء نے آپؒ سے علوم ظاہری حاصل کیے۔ یہاں تک کہ آپؒ '' فاضل لاہوری'' کے نام سے مشہور ہو گئے۔ (فوق، ۱۹۲۴ء: ۲۱) کئی شہزادوں کے اتالیق رہے۔ شاہجہاں ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپؒ کی بے مثال خدمات کے ہدیہ میں شاہجہان نے آپؒ کو دو مرتبہ چاندی اور ایک مرتبہ سونے میں تلوایا ، رئیس العلماء کا خطاب دیا اور سیالکوٹ میں سوالاکھ کی جاگیر دی تھی۔ (جہلمی، س ن: ۴۳۵) ۱۰۲۲ھ میں علامہ سیالکوٹی شیخ احمد سرہندی سے ان کے تحریر کے ذریعے متعارف ہوئے اور بے حد متاثر ہوئے تھے۔ ان کے بارے میں جان کر انہیں مجدد الف ثانی کا لقب دیا۔ انؒ کے مجدد الف ثانی ہونے کی دلیل پر رسالہ ''دلائل التجدید'' لکھا۔ پھر ۱۰۲۳ھ یا ۱۰۲۴ھ میں خود سرہند آکر شیخ امام ربانیؒ سے ملاقات کی اور بیعت سے مشرف ہوئے۔ خود حضرت مجددؒ نے آپؒ کو ''آفتاب پنجاب'' کا لقب عطا فرمایا تھا۔ آپ کی اہم تصانیف میں زیادہ تر حواشی اور تراجم شامل ہیں۔ جو اتنے وقیع اور اہم تھے کہ اکثر نصاب میں شامل ہوئے۔ اس کے علاوہ آپؒ ایسا ٹھوس اور دلائل سے مملو فتوی دیتے تھے کہ پھر کسی کو اس پر اعتراض کی طاقت نہ ہوتی تھی۔ (جہلمی، س ن: ۴۳۵) آپؒ کے علمی کارنامے حضرت مجددؒ کی تحریک کو نمایاں کرنے میں مد و موثر ثابت ہوئے۔ آپؒ کی یہ تائیدی کوششیں حضرت مجددؒ کے علاوہ ان کے وصال کے بعد ان کی اولاد امجاد کے ساتھ بھی جاری و ساری رہیں۔ (سرہندی، ۱۹۹۶ء: ۱/ ۲۶۸)

خواجہ سیف الدین سرہندیؒ

خواجہ سیف الدین (۱۰۴۹ھ - ۱۰۹۶ھ) خواجہ محمد معصومؒ کے پانچویں فرزند تھے۔ علوم ظاہری و باطنی، کمالات صوری و معنوی ، زہدو تقویٰ اور اتباع سنت کے جامع تھے ۔ سلطان الاولیاء، قطب الاقطاب، قدوۃ الارباب الکشف والیقین اور سلطان الاولیاء والمتقین جیسے القاب ان کی بزرگی کو ظاہر

کرتے ہیں۔ عالمگیرؒ کی خواہش پر والد گرامی نے آپؒ کو دہلی کے دربار میں بھیجا۔ گویا آپؒ وہاں بادشاہ وقت اور دیگر طالبین کی رشد وہدایت کے لیے مامور کئے گئے تھے۔ قلعہ میں داخلے پر اس کے دروازہ پر تصاویر اور مجسمے دیکھ کر اندر داخل ہونے سے انکار کر دیا اور انہیں ڈھا دینے پر ہی آپؒ قلعہ میں داخل ہوئے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر شیوۂ امتیاز تھا۔ عالمگیر کے شہزادے کی شادی داراشکوہ کی بیٹی سے ہوئی۔ عالمگیرؒ نے آپؒ کو اس شادی میں گواہ مقرر کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ اس مجلس میں کوئی خلاف شرع کام نہیں ہونا چاہیے۔ اس پر سختی سے عمل کیا گیا۔ حتیٰ کہ اس موقع پر تیار کراوئی گئی آتش بازی کا مظاہرہ بھی روک دیا گیا۔ (سرہندی، ۱۹۹۶ء: ۲ / ۱۴۰)

دار الخلافہ میں قیام کے دوران بادشاہ، شہزادوں، شہزادیوں اور اہم امراٗ کے علاوہ بکثرت لوگ آپؒ سے بیعت ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں شامل ہوئے۔ اس وقت آپؒ کی عمر صرف ستائیس برس تھی مگر آپؒ کا دبدبہ اس قدر تھا کہ کسی میں جرأت نہ تھی آپؒ کے حضور بلا اجازت بیٹھ سکیں ۔ (فاروقی، ۱۹۷۷ء: ۲۳۵) شاہی بار گاہ میں ایک جواہرات سے مرصع کرسی پر بیٹھتے تھے۔ یہ دیکھ کر ایک شخص کو خیال آیا کہ ایک درویش اور اس قدر تکبر؟ اس پر آپؒ فوراً اس کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا"تکبر ما از کبریائی اوست جلّ جلالہُ "میں کیا ہوں؟ یہ سارا کروفر تو اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا پرتو ہے۔ (توکلی، ۱۹۷۶ء: ۲۷۵) دربار میں اس قدر و منزلت کے باوجود محل کی بجائے ایک دربان کے ہاں قیام پذیر رہے۔ کسی امیر کے ہاں کھانا تناول نہ فرماتے بلکہ خود اپنے وسیع دستر خوان سے خلق خدا کو کھانا کھلاتے ۔ کبھی بھی بادشاہ یا کسی امیر سے شرعی معاملے میں رورعایت نہیں کی۔ کہا جاتا ہے کہ آپؒ نے دہلی جا کر اس طرح کڑا احتساب کیا کہ آپؒ کی زندگی میں کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ کھلم کھلا محافل سرود برپا کرے۔ (سرہندی، ۱۹۹۶ء: ۲ / ۲۲۵) اس وجہ سے آپؒ کو "محتسبِ امت" کہا گیا۔ (سرہندی، ۱۹۹۶ء : ۲ / ۲۲۴-۲۲۷) صرف سینتالیس (۴۷) سال عمر پائی۔

بکثرت صاحب ارشاد خلفاء تھے۔ سلسلہ طریقت کی کئی شاخیں آپؒ کے واسطے سے ہی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے نسبت رکھتی ہیں۔ آپؒ کے ایک خلیفہ مخدوم ابوالقاسم ٹھٹھویؒ نے سندھ میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی بہت اشاعت کی۔ آپؒ کے ہی سلسلہ میں مرزا مظہر جانِ جاناں اور شاہ غلام علی دہلویؒ تھے۔ جن کے ایک خلیفہ مولانا خالد رومیؒ کے ذریعہ اس سلسلے کو بلاد عرب، شام اور روم میں

بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ حتیٰ کہ علامہ ابن عابدین شامی(۱۱۹۸ھ-۱۲۵۲ھ/۱۷۸۳ء-۱۸۳۶ء)جیسی عظیم شخصیت بھی مولانا خالد رومیؒ کے مرید تھے ۔ یوں آپؒ کا طریقہ ہندوستان، افغانستان، ممالک عرب، ترکی، برما، سمرقند، بخارا تک پھیلا ہوا ہے۔(فاروقی،۱۳۹۵ھ:۷۳)

حرف آخر

اسلام میں علم اور علمائے کرام کی اہمیت شروع سے ہی مسلم رہی ہے۔ حضور نبی مکرم نور مجسم حضرت محمد ﷺ نے "معلم"بن کر تشریف لانے کی اطلاع فرمائی ہے۔ پھر علمائے کرام کو اپنا وارث قرار دے کر اسلام میں ان کی اہمیت کو خوب واضح فرما دیا ہے۔ بزرگان دین نے بھی اسلامی معاشرے کے توازن، اصلاح اور امن و سکون کے لیے تین طبقات کو بنیاد قرار دیا ہے۔ جن میں حکمران، علماء اور اہل اللہ شامل ہیں کہ ان لوگوں کے درست اور فعال کردار سے ہی پر سکون اور ترقی کرتا ہوا معاشرہ ممکن ہے۔ ان میں سے کوئی طبقہ بھی اگر اپنا کردار درست طریقے سے ادا نہیں کرے گا تو بگاڑ اور خرابیاں پیدا ہوں گی۔ اگر ہم مغلیہ دور کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو اس بات کی صداقت بخوبی نظر آتی ہے کہ کس طرح اہل تصوف میں نام نہاد صوفی تصوف کو شریعت سے دور کرنے اور اپنے حلقے یا سلسلے کے بے جا رسوم و اوراد کو مقدم کرنے سے اسلامی تعلیمات سے دور ہو گئے۔ اسی طرح مفاد پرست علماء ذاتی اغراض کے لیے اسلامی تعلیمات کو حکمران طبقے تک صحیح نہ پہنچا کر ان کی گمراہی اور اسلام دشمنی کا سبب بنے۔ مگر پھر حق پرست علمائے کرام نے کیسے اس بگاڑ اور فساد کا تدارک فرمایا اور اپنی جان و مال کی پروانہ کرتے ہوئے اپنی زندگیاں اسی مقصد کے لیے وقف کر دیں اور اسلام کو اپنی درست صورت میں اگلی نسلوں تک پہنچانے کا ٹھوس انتظام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کو اس کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین۔

کتابیات

آزاد، ابو الکلام، تذکرہ، لاہور: میری لائبریری، ۱۹۶۰ء
اسلم، محمد، دین الٰہی اور اس کا پس منظر، لاہور: ندوۃ المصنفین، ۱۹۷۰
اصلاحی، ضیاء الدین، تذکرۃ المحدثین، لاہور: دار الابلاغ، ۲۰۱۴ء
بدایونی، عبد القادر، منتخب التواریخ، تہران: انجمن آثار و مفاخر فرہنگی، ۱۳۷۹ھ
برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاہی، کلکتہ، بنگال: ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۶۰ء
توکلی، نور بخش، تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، لاہور: نوری بک ڈپو، ۱۹۷۶ء
جہلمی، فقیر محمد، (مولوی)، حدائق الحنفیہ، کراچی: مکتبہ ربیعہ، س ن
جوزجانی، منہاج الدین عثمان، طبقات ناصری، کلکتہ: ایشیاٹک سوسائٹی، ۱۸۶۲ء
حبیب، محمد و بیگم افسر عمر (ڈاکٹر) سلاطین دہلی کا سیاسی نظریہ، نئی دہلی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۹ء
خان، غلام مصطفی (ڈاکٹر)، باقیات باقی، کراچی: گابا ایجوکیشنل بکس، س۔ن
دہلوی، عبد الحق (شیخ)، زاد المتقین، مترجم: ڈاکٹر محمد عبد الحلیم چشتی، کراچی: الرحیم اکیڈمی، ۱۴۱۹ھ
سرہندی، محمد احسان، روضۃ القیومیہ، لاہور مکتبہ نبویہ، (حاشیہ)، ۱۹۹۶ء
سرہندی، احمد (شیخ)، مکتوبات امام ربانی، دفتر اول، حصہ سوم، امرتسر: مطبع مجددی منشی نبی بخش، ۱۳۲۸ھ
سرہندی، احمد (شیخ)، مکتوبات امام ربانی، دفتر ۲، حصہ ۷، مطبع زور بازار اردو پریس، امرتسر، ۱۳۳۱ھ
شاہنواز، صمصام الدولہ (خان)، مآثر الامراء، مترجم: محمد ایوب قادری، مرکزی اردو بورڈ، لاہور، ۱۹۶۸ء
شبلی نعمانی (مولانا) شعر العجم، اعظم گڑھ: دار المصنفین شبلی اکیڈمی، ۱۹۹۱ء
شبلی نعمانی، علامہ، الغزالی، لاہور: اسلامی کتب خانہ، س ن
شیخ، محمد اکرام، رودِ کوثر، لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۲۰۱۵ء
فاروقی، ابو الحسن زید، مقامات خیر، دہلی: شاہ ابو الخیر اکیڈمی، ۱۳۹۵ھ
فاروقی، ابو الحسن زید، حضرت مجدد اور ان کے ناقدین، دہلی: شاہ ابو الخیر اکیڈمی، ۱۹۷۷ء

فرید آبادی، سید ہاشمی، تاریخ مسلمانان پاکستان و بھارت، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۲۰۰۳ء
فوق، محمد دین، سوانحات علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی، لاہور: میاں محمد پرنٹرز، ۱۹۲۴ء
قریشی، محمد صدیق، کشاف اصلاحات تاریخ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء
کشمی، محمد ہاشم، زبدۃ المقامات، کان پور: مطبع نول کشور، ۱۳۰۷ھ
لاہوری، غلام سرور (قادری)، خزینۃ الاصفیائ، لاہور: مکتبہ نبویہ، س ن
مجددی، محمد اقبال، مقامات معصومی، لاہور: ضیأ القرآن پبلیکیشنز، ۲۰۰۴ء
ندوی، ابو ظفر، گجرات کی تمدنی تاریخ، اعظم گڑھ: مطبع معارف، ۱۹۶۲ء
نظامی، خلیق احمد، سلاطین دھلی کے مذہبی رجحانات، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۰
ہندی، محمد بن طاہر، تذکرۃ الموضوعات، مصر: ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ، ۱۳۴۳ھ